AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

قراءات قرآنیہ سے متعلق مختلف فرق کے نظریات

The Views of different Sects on Quranic Qira'at

Muhammad Tanweer Khawar
PhD Scholar at the Islamia University of Bahawalpur
DR. Mahmood Ahmad
Assistant Professor at The Islamia University of Bahawalpur (BWN campus)

Abstract

The Quran is the most superior and final divine book revealed by Allah. It encompasses all religious and worldly matters that will arise until the Day of Judgment. While the Quran provides a complete code of life and guidance regarding beliefs and dealings, its words and recitations (Qirā'āt) are also a source of mercy. The Ahl al-Sunnah (People of the Sunnah) have a consensus that just as the Quran has been transmitted to us through an uninterrupted and authentic chain (Tawātur), the recitations (Qirā'āt) related to the Quran have also been transmitted in the same manner. However, due to the existence of different Qirā'āt, various schools of thought hold differing opinions. These schools of thought consist of some Islamic scholars, the Ash'arites, the Mu'tazilites, philosophers, certain Shia groups, and Orientalists, who interpret the Quran in their own ways. They have established principles to justify Quranic recitations according to their beliefs. Some individuals completely deny the concept of Qirā'āt, while others partially accept them, interpreting them to align with their theological doctrines. Additionally, some reject certain Qirā'āt because they appear to contradict their religious or ideological beliefs. This study, while analyzing the discussions on the differences in Qirā'āt, concludes that the variations in recitations do exist, but these differences are not contradictions; rather, they represent diversity in expression. This diversity does not alter the intended meaning of the Quran, and despite the variations in Qirā'āt, the essence of the message remains unchanged.

key words: *Quran, Qirā'āt, Tawātur, Ahl al-Sunnah, Diversity*

تعارف

قرآن اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں سب سے افضل اور آخری الہامی کتاب ہے جو اپنے اندر قیامت تک کے پیش آنے والے تمام دینی اور دنیاوی معاملات کو سموئے ہوئے ہے۔ جہاں قرآن زندگی گزارنے کے لئے عقائد و معاملات کے متعلق مکمل ضابطہ حیات اور رہنمائی فراہم کرتا ہے وہاں اس کے الفاظ اور قراءات بھی باعث رحمت اور ثواب ہیں۔ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس طرح قرآن متواتر طریقے سے ہم تک نقل ہوا ہے اسی طرح قرآن سے متعلقہ قراءات بھی ہم تک متواتر نقل ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف قراءات کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ ان مکاتب فکر میں بعض اسلامی محققین، اشاعرہ، معتزلہ، فلاسفر، بعض شیعہ اور مستشرقین شامل ہیں جو کہ اپنے اپنے انداز میں قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ ان مکاتب فکر نے قرآن سے متعلقہ قراءات کو اپنے عقائد کے مطابق ثابت کرنے کے لیے اپنے اپنے اصول وضع کیے ہیں۔ ان میں سے بعض مکاتب فکر کے حاملین قراءات کا سرے سے انکار کرتے ہیں جب کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو کلی طور پر قراءات کا انکار تو نہیں کرتے مگر قراءات کی تاویل اس انداز سے کرتے ہیں جو ان کے عقائد کے عین مطابق ہوتی ہے اور دیگر قراءات کا انکار اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ قراءات ان کے مذہب یا عقیدے سے متصادم ہوتی ہیں۔ اس مقالہ میں قراءات کے اختلاف کے مباحث کا جائزہ لیتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے قراءات کا اختلاف بظاہر موجود ہے لیکن یہ اختلاف تضاد نہیں بلکہ اختلاف تنوع کا ہے جس سے شارع کی مراد میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس کا مفہوم قراءات کے مختلف ہونے کے باوجود بھی تبدیل نہیں ہوتا۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پہلا نکتہ: مختلف اسلامی فرقوں یا اسلام کی طرف منسوب فرقوں کے مطابق قرآن کی تعریف

نمایاں اسلامی فرقوں کے مطابق قرآن کی تعریف مختلف انداز میں کی گئی ہے۔ چونکہ قراءات قرآن میں سے ہی ہیں تو ان میں سے جو قراءات بھی تلاوت کر لی جائے اس کو قرآن ہی تصور کیا جائے گا۔ تو جو کچھ قراءات کے بارے میں کہا جائے گا گویا وہی قرآن کے بارے میں کہا گیا۔ اس کی وضاحت مختلف فرق کی طرف سے کی گئی تعریفات سے ہو جائے گی:

اول: اشاعرہ نے قرآن کی تعریف میں درج ذیل الفاظ استعمال کیے ہیں: [1]

1. وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن خدا کا ذاتی کلام ہے۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفس کے قائم مقام ہے اور پھر انہوں نے خدا کے کلام کو بغیر حروف اور اصوات کے تصور کرنا شروع کر دیا۔
2. یہ قدیم ہے اور اللہ تعالی کی ذات ازل سے موجود ہے، اس کی مرضی اور طاقت بے نیاز ہے، اس لیے وہ جب چاہے بات کرتا ہے اور جب چاہے نہیں کرتا۔
3. قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ ایک تخلیق ہے جسے حضرت جبرائیل حضرت محمد ﷺ پر نازل کرنے کے لیے لائے ہیں یا اللہ نے اسے ہوا یا لوح محفوظ میں تخلیق کیا ہے۔
4. اللہ کا اپنے فرشتوں سے کلام، موسیٰ سے کلام، قیامت کے دن اپنے بندوں سے کلام ایک مخلوق ہے جسے لم یزل موجودات نے پالیا۔

دوم:

معتزلہ نے قرآن کی تعریف میں درج ذیل الفاظ استعمال کیے ہیں: [2]

1. قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ ایک ایسی مخلوق ہے جسے خدا نے ہوا، درخت یا لوح محفوظ میں بنایا ہے۔
2. قرآن میں ظہور اور تخلیق کی صفات کا کئی طریقوں سے ذکر کیا گیا ہے۔
3. یہ لوح محفوظ اور قرآن میں لکھا ہے اور محدود اور محصور چیز مخلوق ہے۔

سوم:

فلسفیوں نے قرآن کی تعریف میں درج ذیل نکات کو اختیار کیا ہے:

قرآن ایک فیض ہے نہ کہ خدا کا کلام۔ قرآن کو اللہ کی طرف اس کے کلام ہونے کی نسبت میں اختلاف صرف انہوں نے ہی کیا ہے۔ اسی وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ان کے الفاظ کے بارے میں فرمایا۔

"وَهَؤُلَاءِ أَكْفَرُ مِنْ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى" [3]

"یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی باتوں سے زیادہ کفر ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالی کا کلام ایک عقلی چیز ہے، یعنی ان میں ایک ایک ایسا کلام واقع ہوا جسے خارج میں سے کبھی بھی کسی نے نہیں سنا۔

1ابن تیمیة، مجموع الفتاویٰ،(السعودیة: مجمع الملك فهد، 1995م، الطبعة الأولى): 49/12
[2] ابن تیمیة،منهاج السنة،تحقیق:دکتور محمد ارشادسالم،(الریاض:مؤسسة قرطبة للنشر والتوزیع،1402ه،طبع اول)360/2
3ابن تیمیة، مجموع الفتاویٰ: 42/12

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دوسرا نکتہ: عقیدے کے اثبات کے لیے استدلال

اس بات سے قراءات کا عقیدے کے ساتھ تعلق واضح ہوتا ہے کہ بہت سے اسلامی فرقوں نے اپنے مذہب پر مختلف قراءات سے استدلال کیا ہے یا مختلف قراءات کی اپنے مذہب کے مطابق توجیہ کی ہے، کتب تفسیر اسی طرح کتب توجیہ القراءات اس بات کی دلیل ہے۔

تیسرا نکتہ: قراءات کے عقیدہ سے متعلق سبعۃ احرف کا مسئلہ

سبعۃ احرف کے مسئلہ سے بھی قراءات کے عقیدے کے ساتھ تعلق ثابت ہوتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اس بات سے بھی قراءات کا عقیدے کے ساتھ تعلق ثابت ہوتا ہے کہ یہ قراءات اللہ تعالی کی طرف سے ایسے ہی نازل ہوئی تھی یا یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجازت کے ساتھ وجود میں آئیں؟

حقیقت یہ ہے کہ یہی مسئلہ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور کے شروع میں ہی پیش آ گیا تھا کچھ فرقوں نے اسے اختیار کر لیا اور کچھ نے اس کی مخالفت کی پھر یہی فکر کچھ شکل بدل کر بعض معاصر مستشرکین وغیرہ کے ہاں پائی جاتی ہے ۔

اس کو مندرجہ ذیل نکات میں بیان کیا جا رہا ہے:

اول: بعض معاصر اسلامی محققین یہ سمجھتے ہیں کہ قراءات ساری کی ساری رسول اللہ ﷺ کے اقراء کے ساتھ وجود میں نہیں آئیں بلکہ ان میں سے اکثر نہیں تو کم از کم ان میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اقراء کے طور پر وجود میں آئیں جب آپ ﷺ نے کسی کو قرآن مجید پڑھایا یا اس کی قراءت سنی اور وہ بعینہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ادا نہیں کر پایا[4]۔

اس قول کے قائلین درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

1. سبعہ احرف کی اجازت مدنی دور کے آخر میں ملی تو اس کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید ایک ہی حرف میں نازل ہوا تھا اور یہ کہنا ناممکن ہے کہ قرآن مجید بار بار نازل ہوا کیونکہ ہمارے پاس ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ۔
2. یہ معین وقت کے لیے ایک وقتی رخصت تھی یہ ہمیشہ کے لیے جاری رہنے والی چیز نہیں تھی اور یہ رخصت حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے قران مجید کو ایک حرف پر اکٹھا کر دینے سے ختم ہو گئی۔[5]

حقیقت یہ ہے کہ اس قول پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

1. ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ سبعہ احرف کی اجازت صرف مدنی دور میں تھی بلکہ جن سے اس بات کا استدلال کیا جاتا ہے ان سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں مختلف احرف کے نزول کا علم نہیں ہے اور عدم علم سے عدم ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت چونکہ اور لہجات میں پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے وہ لہجات مشہور نہیں ہوئے کچھ صحابہ کرام دیگر لہجات یا احرف کو پڑھتے تھے لیکن مکی دور ایسا نہیں تھا کہ اس میں یہ اختلاف زیادہ واضح ہو کر سامنے آتا۔[6]
2. اس قول کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سبعہ احرف سے مراد عربوں کی سات لغات ہیں اور ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔

[4] صبري الاشوح،اعجاز القراءات القرأنية(القاهرة:مكتبة وهبة،1319،الطبعة الاولي)ص16
5 -تاريخ القرآن الكريم،ص29
6 -محمد بازمول،القراءات واثرها في التفسير والاحكام،(بيروت،عالم الكتب،1413ه ،الطبعة الثانية)،43/1

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3. اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ یہ رخصت صرف لہجات کی وجہ سے تھی تو مکی دور میں بھی مسلمان صرف قریش سے ہی تو نہیں تھے اور قبائل میں سے بھی تھے جن کے لہجے قریش والے نہیں تھے بلکہ اپنے اپنے لہجے تھے۔
4. صحابہ کرام کے مصاحف سبعہ احرف پر مشتمل تھے۔
5. احادیث اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ قرآن مجید ابتدا میں ہی سات حروف میں نازل ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اپنی امت کو وہ ساتوں حروف پڑھائیں اور حضرت عمر اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہما نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ حروف سکھلائے تھے۔
6. صحابہ کرام انہی حروف کی پابندی کرتے تھے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یا کسی اور سے سیکھ رکھا تھا وہ قطعا اس کی کوئی مخالفت نہیں کرتے تھے۔

دوم: کچھ مسلمان مصنفین یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا متن 20 سال سے زائد عرصے کی ثقافت اور واقع سے پیدا ہونے والا ایک ثقافتی نتیجہ ہے لیکن اس سارے عرصے سے پہلے قرآن مجید کے مکمل متن کے وجود پر ایمان اس رائے کو ختم کرکے رکھ دیتا ہے۔ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی نص اور اس کا متن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ہی موجود تھا۔[7]

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قراءات ساری کی ساری اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہیں لیکن ان میں کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جس کی بنیاد لہجات پر ہی ہو یعنی سات لہجات میں سے کسی ایک لہجے پر یعنی جہاں قاری کو یہ اختیار حاصل ہو وہ اسے جیسے پڑھ سکتا ہے پڑھ لے اور یہ چیز رخصت والے زمانے میں تھی اور اسی شخص کے ساتھ خاص تھی جو اسے اس ایک لہجے کے مطابق نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور یہ سارے لہجات ان مصاحف میں لکھے ہوئے نہیں تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی سے لکھواتے تھے پھر جب رخصت کا وہ دور ختم ہوا تو لازمی طور پر اسی کی طرف لوٹنا واجب ہو گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے حکم سے لکھا گیا تھا اور وہ سات حروف تھے جن کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

سوم: گولڈ زہر اور بلاشیر اور ان کے بعد آنے والے مصطفی منورہ جیسے کچھ لوگوں کی یہ رائے ہے کہ قرآن مجید کی قراءات بالمعنی بھی کی جاسکتی ہے اور حروف کی پابندی کرنا ضروری نہیں ہے[8]۔ بلاشیر کہتا ہے کہ کچھ مومنوں کے ہاں قرآن مجید کی نص اپنے حروف کے ساتھ ہی اہم نہیں تھی بلکہ صرف اس کی روح اور معنی اہم تھا[9]۔ مصطفی منورہ نے کہا ہے کہ ایک نقطے پر بہت سے لوگ متفق ہیں کہ قران مجید کو کئی طریقوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ معنی کا احترام کیا جائے۔[10]

انہوں نے اس بات پر کئی دلائل بھی پیش کیے ہیں جن میں سے کچھ تو عمومی دلائل ہیں اور کچھ اس حوالے سے خاص دلائل ہیں۔

عمومی دلائل:

حضرت ابی بن کعب ◻ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سات حروف کے بارے میں فرمایا:

---

7 -ابو زيد حامد نصر،مفهوم النص:دراسات في علوم القرـأن،(قاهرة،الهيئة المصريه العامة للكتاب،1990ء)،ص 28
8 -گولڈ زہر،مذاہب التفسير،(القاہرۃ:دارالنشرللجامعات،1423)ص187
9 -عبد الصبور شاهين،تاريخ القرأن،(القاہرۃ:دار النشر للجامعات 1422ھ)ص84
10-مصطفى مندورة،شواذالقراءات،(الكويت:المراقبۃ الثقافيۃ2004ء،الطبعۃالاولی)،ص45

((لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ إِنْ قُلْتَ سَمِيعًا عَلِيمًا عَزِيزًا حَكِيمًا مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ)) [11]

"ان میں سے ہر ایک حرف شافی کافی ہے۔ اگر آپ "سمیعا علیما" کی بجائے "عزیزا حکیما" کہہ دیں تو صحیح ہے، مگر کسی آیت عذاب کو رحمت کے ساتھ یا کسی آیت رحمت کو عذاب کے ساتھ نہ بدلیں۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ کی حدیث میں ہے:

((انزل القرآن على سبعة احرف عليما حكيما، غفورا رحيما)) [12]

"قرآن سات حروف میں نازل ہوا، جاننے والا، حکمت والا، بخشنے والا اور رحم کرنے والا۔"

خاص دلائل:

حضرت انس بن مالک نے قرآن مجید کی اس آیت میں (اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا[13])

"اقوم" کی بجائے "اصوب" پڑھا جب ان سے کہا گیا کہ "اقوم قيلا" پڑھنا ہے تو انہوں نے کہا دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو اللہ کا فرمان سکھایا:

[إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ] [14]

"بے شک زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔"

تو اس شخص نے کہا: (طعام اليتيم)، ابن مسعود نے اس سے وہی بات دہرائی جو صحیح تھی اور جب ابن مسعود ؓ نے دیکھا کہ اس شخص کی غلطی ہے۔ زبان درست نہیں تھی، اس سے کہا: اس سے بہتر ہے کہ تو کہے (طعام الفاجر) فرمایا : ٹھیک ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ تم اس طرح کرلو[15]۔

ان دلائل پر درج ذیل رد کیا جا سکتا ہے:

-1 ان روایات سے اگر قرآن مجید کی قراءات بالمعنی کے صحیح ہونے پر استدلال کیا جائے تو یہ قرآن مجید کے صریح الفاظ کے خلاف ہیں، اس لیے یہ مفہوم مردود ٹھہرے گا کیونکہ قرآن مجید صراحتا یہ کہتا ہے کہ کسی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ بدلنا جائز نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

[قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي] [16]

"کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔"

11 أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن ابى داؤد، (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، الطبعة الاولىٰ) كِتَاب الصَّلَاةِ، بَابُ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُف، رقم الحديث: 1477

12 أبو حاتم، محمد بن حبان بن أحمد، صحيح ابن حبان، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1993م، الطبعة الثانية)، كِتَابُ الرَّقَائِقِ، بَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ (ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ وَصْفِ بَعْضِ الْقَصْدِ فِي الْخَبَرِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ)، رقم الحديث: 743

13 القرأن:673

14 القرآن44: 43

15 ابو شهبة،المخل لدراسة القرأن الكريم،(القاهرة:مكتبة السنة،1412ه،الطبةالاولي)ص128

16 القرآن 10: 15

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اور یہ علمائے امت کے اس اجماع کے بھی خلاف ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی ابتدا یا انتہا کی جگہ بھی نہیں بدلی جاسکتی اور قرآن مجید قطعیت اور یقین کا فائدہ دینے والے تواتر کے ساتھ ثابت ہے تو اس کے مقابلے میں آحاد روایات نہیں لائی جاسکتی خواہ ان کی سند کتنی بھی صحیح حسن یا عمدہ کیوں نہ ہو۔

اس لیے طاہر الجزائری فرماتے ہیں:

''بعض حافظوں نے حدیث ابی بن کعب □ کا حوالہ دیتے ہوئے اس روایت کی سند سے انکار کیا۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے البراء کو یہ دعا سکھائی کہ وہ آپ کے لیے اس طرح سلامتی پیش کرے: "(ورسولک الذی ارسلت) تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ لفظ "رسول" کی جگہ لفظ "نبی" نہ بولے۔اور یہ صحیح بھی ہے جس سے معنی نہیں بدلتا۔تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ نبی اکرم ﷺ اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ قرآن میں "عزیزا حکیما "کی جگہ پر "غفورا رحیما" کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔حالانکہ نبی اکرم ﷺ ایک دعا میں اس بات سے منع فرمارہے ہیں جو قرآن بھی نہیں ہے۔'' [17]

2- اگر بالفرض ان روایات کو ثابت شدہ تسلیم کر لیا جائے تو بھی علماء نے ان کی تاویل کی ہے امام ابن عبد البر نے ابن داؤد کی روایت میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کے ان حروف کی مثال دے کر صرف یہ سمجھانا چاہا ہے کہ یہ ایسے معنی ہیں جن کے مفہوم پر اتفاق ہے اور اس کے الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں ایک معنی موجود ہو اور اس کا مخالف معنی بھی موجود ہو اور نہ کوئی ایسی صورت اس کی بن سکتی ہے کہ اس میں ایک صورت اس کے مخالف اور اس کی متضاد صورت بھی موجود ہو جیسے رحمت عذاب کے خلاف ہے۔[18]

امام طحاوی رحمہ اللہ نے ان روایات کو منسوخ قرار دیا ہے اور ایسے ہی امام باقلانی نے کہا ہے کہا اگر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ثابت ہو تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ بات مطلق تھی پھر منسوخ ہو گئی اب لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ناموں کو ایک دوسرے کی جگہ پہ بدل دیں ان کا معنی موافق ہو یا مخالف دونوں صورتوں میں بدلنا جائز نہیں ہے۔[19]

اور جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے اس میں سرے سے کوئی ایسی بات ہی نہیں ہے جو آیت کے اختتامی الفاظ کو ایک دوسرے کے ساتھ بدلنے کے جواز پر دلالت کرے بلکہ یہ حدیث ایسے اختلاف پر دلالت کرتی ہے جس میں تناقض پیدا نہیں ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہونے والے الفاظ کی حدود میں سارا صحیح ہے اور اس کی دلیل وہ قصہ ہے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث وارد ہوئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا قران مجید کے کسی کلمہ کی قرات کی وجہ سے کسی کے ساتھ جھگڑا ہوا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ نے دونوں کی قراءات کو درست قرار دیا اور یہ واضح کر دیا کہ یہ دونوں الفاظ اللہ تعالی کی طرف سے نازل شدہ ہیں اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ بات پیدا ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے سینے پر مارا اور فرمایا کہ شیطان کو اپنے آپ سے دور کرو۔[20]

---

17 الجزائری، التبيان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن على طريق الإتقان 51
18القرطبي، التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد، 284/8
19 ابو شهبه،المدخل،ص 183
20 -ابو شهبه،المدخل لدراسة القرآن،ص183

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3- جہاں تک دیگر روایات کا تعلق ہے جو صحابہ کرام نے ایک لفظ کی جگہ دوسرے لفظ سے نقل کیا ہے تو ان کی روایتوں کا سلسلہ قابل غور ہے، بعض مستشرقین نے ایسی روایتوں کا سہارا لیا جو ادب اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن ان کی سندیں نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر انہیں استعمال کیا، لیکن ان کی دلیل باطل اور رد ہے کیونکہ یہ متواتر اقوال سے متصادم ہے جو حفاظت قرآن کے متعلق قطعی معنی دے رہی ہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ابی بن کعب، ابن مسعود، ابن عباس اور عثمان رضی اللہ تعالی عنہم کا پڑھنا تواتر کے ساتھ نقل ہوا ہے اور ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ ان میں سے کس کو بطور دلیل استعمال کیا جا سکتا ہے؟ ایک متواتر روایت جس کی قوم ابھی تک پیروی کر رہی ہے یا ایک خبر واحد پر یقین کیا جائے گا۔

ابن انباری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اعمش کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا ان میں سے کچھ گمراہوں کی رائے یہ ہے کہ جو آدمی کسی ایسے حرف کے مطابق قراءات کرلے جس کا معنی قرآن مجید کے حرف کے مطابق ہے تو اس نے درست کیا اگر اس نے معنی کی مخالفت نہیں کی اور کوئی ایسی بات نہیں کی جو اللہ رب العزت نے چاہی ہو اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل لی ہے حالانکہ وہ ایسا قول ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا پھر انہوں نے یہ کہا کہ جس حدیث کو انہوں نے اس گمراہی میں اپنی بنیاد بنایا ہے وہ کسی اہل علم سے ثابت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اعمش عن انس پر مبنی ہے اور یہ مقطوع ہے متصل نہیں ہے۔[21]

4- اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو ان کی درج ذیل تاویل کی جائے گی:

i. ہو سکتا ہے یہ احرف ایسے ہوں جنہیں پڑھا جاتا ہو لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری بار قرآن مجید کو پڑھا تو اس میں انہیں منسوخ کر دیا گیا یا یہ احرف صحابہ کرام کے نزدیک صحیح تھے لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ عدم تواتر کی وجہ سے ختم ہو گئے۔

ii. یہ جتنی روایات ہیں یہ قرآن مجید کے محفوظ ہونے کی تفسیر اور توضیح ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو قرآن مجید کا لفظ پڑھانا نہیں چاہا تھا بلکہ صرف اس کے سامنے اس کے معنی کی وضاحت کرنا چاہی تھی تاکہ یہ اسے درست انداز میں پڑھنے کا وسیلہ بن جائے۔

امام ابو بکر الانباری ؒ فرماتے ہیں اس میں ان گمراہ جہال کی بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ قرآن مجید کے کسی حرف کو کسی دوسرے حرف سے بدلنا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات طالب علم کو سمجھانے کے لیے کی تھی تاکہ وہ صحیح بات کی طرف لوٹے اور حق کلمہ کو استعمال کرے۔[22]

امام رازی ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو اس مفہوم پر محمول کرنا واجب ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف قرآن مجید کے لفظ کی تفسیر بیان کی تھی اسے قرآن مجید کا لفظ نہیں بنایا کیونکہ اگر ہم اس طرف جائیں تو قرآن مجید کے الفاظ سے اعتماد ہی اٹھ جائے گا اور پھر ہم تو یہ جائز قرار

---

21 القرطبي، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، (دار الكتاب العربي، 2014، الطبعة الثانية) 42/19
22 ایضا: 149/16

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دے دیں گے کہ کوئی بھی قرآن مجید کے کسی بھی لفظ کو اس لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے جس کو وہ ٹھیک سمجھتا ہے اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے میں صحیح ہو کہ وہ لفظ اس معنی کے مطابق ہے یا وہ غلطی بھی کر سکتا ہے اور بات قرآن مجید پر طعن کی طرف لے جائے گی تو اس سے ثابت ہوا کہ اسے اسی بات پر محمول کرنا واجب ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔[23]

چہارم: بعض محققین نے اشاعرہ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ وہ کہتے ہیں یہ قراءات اقرار کے طور پر آئی ہیں اقراء کے طور پر نہیں۔ لیکن کسی نے کسی اشعری کی تحدید نہیں کی کہ اس نے یہ بات کی ہو اور حقیقت میں یہ قول اشاعرہ کے کلام نفسی والے مذہب کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ قران مجید اللہ تعالی کے کلام سے عبارت ہے اور جن لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے ان میں سے مکی بن ابی طالب ابو شامہ مقدسی اور قسطلانی ہیں ۔[24]

پنجم:

معتزلہ کا موقف اس پہلے موقف کے بالکل متضاد ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ساری قراءات رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اقراء ہیں اور یہ قول ان کے خلق قران والے مذہب کے مطابق ہے کیونکہ اگر قران مخلوق ہے تو اس کی لازمی طور پر کوئی ایسی صورت بھی ہونی چاہیے جس پر اسے پیدا کیا گیا بلکہ جن ادلہ سے معتزلہ نے قران مجید کے حادث ہونے پر استدلال کیا ہے ان میں سے ایک دلیل قران مجید کا سات حروف پر نازل ہونا بھی ہے ۔

چوتھا نکتہ: قراءات کے عقیدے سے متعلق معتزلہ کا موقف

معتزلہ کا قراءات کے بارے میں موقف بھی ان چیزوں میں سے ہے جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ قراءات کا عقیدے سے تعلق ہے ہم ان کے موقف کو چند نکات میں بالاختصار ذکر کرتے ہیں۔

پہلا: قراءات آحاد کے قبیل سے ہیں متواتر سے ثابت نہیں ہیں۔[25]

اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ قران مجید میں ایسے بہت سے مقامات ہونے چاہیے جہاں قراء کی قراءت میں اختلاف ہو اور وہاں صحیح پتہ نہ چل سکے کہ کیسے پڑھنا چاہیے ۔ یہاں ابن زملکانی کا قول نقل کرنا بھی مفید ہو گا وہ فرماتے ہیں کہ اسانید کا ایک جماعت میں منحصر ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور سے قراءات نہیں آسکتی ہر شہر کے لوگ ایک جم غفیر کی صورت میں اپنے امام کی قراءات کو حاصل کرتے تھے اپنے ہی جیسی جماعت سے اور ہمیشہ ایسے ہی ہوتا رہا ان سب کو تواتر حاصل تھا لیکن جن ائمہ نے حروف کو ضبط کرنا چاہا اور انہوں نے اپنے شیوخ سے حروف کو یاد کیا اسانید صرف انہی کی آئی ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے حجۃ الوداع کی روایات اخبار آحاد ہیں حالانکہ حجت الوداع ہر دور میں تواتر کے ساتھ منقول ہے تو یہ روایات بھی ایسے ہی ہیں۔[26]

دوسرا: قراءات متواترہ کا انکار اور اس میں طعن کرنا۔

اس حوالے سے انہوں نے دو راستے اختیار کیے:

1-قراءات کو غلط، ضعیف، یا طعن کرتے ہوئے تعبیر کرنا:

---

23 الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر فخر الدين، مفاتيح الغيب، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1420 هـ، الطبعة الثالثة)، 686/30

24 مفاتيح الغيب،238/8

25 الشوكاني،محمد بن علي،تفسير فتح القدير،(دمشق:دار ابن كثير،1420ه،الطبعة الثانية)،330/3

26 الزركشي، البحر الحيط فی اصول الفقه، 212/2

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مثال کے طور پر: امام الزمخشری ابن عامر السبعیہ کی قراءت میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تنقید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں: [27]۔

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ [28]

"اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنادیا۔"

قراءات سبعہ میں سے ابن عامر کی لفظ "قتل" کو لفظ "شرکاء" کی طرف مضاف کرکے قتل کے رفع اولاد کو نصب اور شرکاء کے جر کے ساتھ قراءت پر طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضاف اور مضاف علیہ کے درمیان ظرف کے علاوہ کسی بھی چیز کے ساتھ فاصلہ اگر شعر میں ضرورت کی جگہ پر بھی ہو تو بھی بد نما اور مردود ہو گا جیسے اس شعر کو بدنما اور مردود قرار دیا گیا "زج القلوص أبي مزادة[29] "

تو یہ نثر کلام میں کیسے آسکتا ہے اور اور پھر اس قران مجید میں جو اپنے نظم اور فصاحت میں معجزہ ہے۔

اور ایسے ہی ابو علی الفارسی جو قراءات کے حق میں تالیفات کرنے والوں میں سے معروف ہیں انہوں نے ابن عامر کی قرات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قوی اور قلیل الاستعمال ہے اگر اسے چھوڑ کر کسی اور قراءات کی طرف جایا جائے تو زیادہ بہتر ہے، حالانکہ انہوں نے ہی اس قرات کی توجیح بیان کرتے ہوئے اسے عربی کی فصیح صورتوں میں سے ایک فصیح صورت پر محمول کیا ہے۔ [30]

امام الزمخشری ابن کثیرؒ، ابو عمروؒ اور یعقوبؒ کی قراءت کے بارے میں فرماتے ہیں:

[وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا] [31]

ابن کثیر اور ابو عمرو اور یعقوب کی راء کے سکون کے ساتھ قراءت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسے فَخِذ میں فَخْذ پر قیاس کرتے ہوئے را کے سکون کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اسے خراب اور غلط قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ کسرہ یہاں سے گرے ہوئے ہمزہ سے منقول اور اس کے گرنے کی دلیل ہے تو اسے گرا دینا ظلم ہے۔[32]

2- قرات کے روات پر طعن اور انہیں غلطی وہم اور نقل میں عدم دقت سے موصوف کرنا اور یہ بالواسطہ طور پر قراءت پر ہی طعن ہے۔

الزمخشریؒ نے لام میں راء کو مدغم کرنے کے بارے میں امام سوسیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا:[33]

"را کو لام میں مدغم کرنے والا واضح اور فاحش غلطی کا مرتکب ہے اور اسے ابو عمرو سے روایت کرنے والے نے دو دفعہ غلطی کی کیونکہ وہ خود غلطی کر رہا ہے اور اسے اس شخص کی طرف منسوب کر رہا ہے جو لوگوں میں سے عربی کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور یہ بات بہت بڑی جہالت کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس طرح کی روایات کا سبب روات کی قلت ضبط

---

27 الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، (بيروت: دار الكتاب العربي، 1407ه، الطبعة الثالثة)، 180/1

28 القرآن 6: 137

29 ابن جني،الخصائص،(المصر:دارالكتب المصريه1408،الطبعة الاولي) 406/2

30 الفارسی، ابو علی ، الحجة للقراء السبعة،(بیروت: دارالكتب العلمية، 1421ھ، الطبعة الاولیٰ) 411/3

31 القرآن 2: 128

32 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: 330/1

33 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: 332/1

ہے کہ انہوں نے بات کو یاد نہیں رکھا اور اس قلت ضبط کا سبب قلت درایت ہے اور اس طرح کی باتوں کو صرف اہل نحو ہی یاد رکھتے ہیں "

تیسرا: قراءات شاذہ کو حجت ماننا

یہ بات آپ کو ان کے ہاں بہت زیادہ نظر آئے گی یہ سابقہ دو باتوں کا طبعی نتیجہ ہے شاذ قرات سے ان کا احتجاج کبھی تو نحوی قیاسات کی رعایت کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اپنے مذہب کے اصولوں کی پاسداری کی خاطر۔

نحوی قیاسات کی رعایت کرتے ہوئے انہوں نے جو شاذ قراءات سے استدلال کیا ہے اس کی ایک مثال وہ ہے جو انہوں نے کشاف میں اللہ تعالی کے اس فرمان کی تفسیر میں ذکر کیا ہے:

[فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ] [34]

"ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے اس سے پی لیا۔"

"ابي اور الاعمش نے اس طرح پڑھا: (الا قلیل) رفع کے ساتھ، اور اس میں انہوں نے لفظ کو ایک طرف رکھ کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھا ہے اور یہ عربی زبان کا ایک بہت عظیم باب ہے۔ جب فشربوا منہ کا معنی یہ تھا کہ انہوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو اسے اسی پر محمول کیا گیا گویا کہ: (فلم يطيعوه الا قليل منهم) ان میں سے بہت تھوڑے لوگوں نے اس کی اطاعت کی " [35]

جو قراءات اس میں ذکر کی گئی ہے وہ شاذہ ہے۔ عشرہ رواۃ قراء میں سے کسی نے اسے ایسے نہیں پڑھا۔ اپنے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے انہوں نے شاذ قراءات سے استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالی کے فرمان بھی کی تفسیر کرتے ہوئے کشاف میں کہا ہے۔[36]

[وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا] [37]

"اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔"

ابراہیم اور یحییٰ بن وثاب نے اسکو (وکلم اللہ) لفظ اللہ کے نصب کے ساتھ پڑھا۔[38]

یہ بھی غیر مشہور اور شاذ قراءات ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ یہ موضوع ہے انہوں نے اسے اللہ تعالی کے کلام کے بارے میں اپنے مذہب کی تائید کے لیے اس پر محمول کیا ہے اس قرات کی بنیاد پر موسی علیہ السلام متکلم بن گئے تو یہ قرات اللہ تعالی کے کلام کی نفی کرتی ہے اور یہ اللہ تعالی کے کلام کے بارے میں ان کے مذہب کے مطابق ہے کہ کلام مخلوق ہے محدث ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہے اللہ نے اسے اپنے غیر میں پیدا کیا ورنہ یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ کی ذات حوادث کا محل ہے اور ان کے اس قول میں جو فساد موجود ہے وہ کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے

اور جو لفظ جلالہ کے رفع کے ساتھ متواتر قرات ہے اس کی تاویل معتزلہ یہ کرتے ہیں کہ یہ "کلم" سے ہے زخم لگانے کے

---

34 القرآن 2 : 249
35 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: 295/1
36 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل:475/1
37 القرآن 4: 164
38 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل،279/2

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

معنی میں۔اس تاویل کا انکار کرتے ہوئے زمخشری نے اس تاویل کے بارے میں کہا ہے کہ یہ تفسیر کی بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان "کلم" سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو آزمائشوں کے ناخنوں اور فتنوں کے پنجوں کے ساتھ زخمی کر دیا ۔

بلاشبہ یہ تفسیر کی بدعتوں میں سے ایسی بدعت ہے کہ جس کا فہم بھی انکار کرتا ہے اسے اس آیت کے ظاہری اور صحیح معنی پر محمول کرنا ہی درست ہے کسی شاذ قراءات پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

ملحوظہ: یہاں اپنے مذہب کی رعایت میں قراءت کی تاویل کے بارے میں بات نہیں ہو رہی کیونکہ یہ تو تفسیر میں عمومی طور پر ان کا منہج ہے صرف قراءات میں ہی نہیں بلکہ وہ تفسیر کرتے ہوئے بات کو توڑ مروڑ کر اپنے مذہب کی تائید میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔[39]

پانچواں نکتہ: قراءات کے عقیدے سے متعلق رافضیوں کا موقف

قراءات کے بارے میں رافضیہ کا موقف بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قرات کا عقیدے کے ساتھ تعلق ہے ہم ان کے موقف کو چند نکات میں بالاختصار پیش کرتے ہیں ۔

پہلا: جمہور رافضیوں کی طرف سے سبعۃ احرف کا انکار:[40]

جمہور رافضیہ سبعہ احرف کا انکار کرتے ہیں ان کے اس انکار سے سبعہ احرف سے متعلق ان تمام احادیث کا انکار لازم آتا ہے جو اکثر کتب السنہ میں روایت کی گئی ہیں اور حدیث کی کوئی کتاب بھی سبعہ احرف کے بارے میں روایات سے خالی نہیں ہے اسی وجہ سے ابو عبید قاسم بن سلام نے ان روایات کو متواتر قرار دیا۔[41] اور بعد میں آنے والوں میں سے بھی کئی لوگوں نے سبعہ احرف والی روایات کو متواتر قرار دینے میں ابو عبید قاسم بن سلام کی اتباع کی ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ احادیث کے بارے میں تو ان کا منہج ہی یہی ہے ان کے ہاں کسی سند کی تب تک کوئی حیثیت نہیں جب تک وہ اہل بیت کی طرف منسوب نہ ہو اور اگر وہ اہل بیت کی طرف منسوب ہے تو پھر وہ ضعیف بھی ہو تو بھی کوئی بات نہیں اور احادیث کی اسانید کا انکار کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی حدیثی مہارت نہیں ہے بلکہ ان کے اپنے مذہبی معیار ہیں جو حدیث ان کے مذہب کے مطابق ہے وہ درست اور جو ان کے مذہب کے مطابق نہیں اس کا وہ انکار کریں گے۔

سبعہ احرف کا انکار کرنے کے لیے وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جو شیعہ نے اپنے ائمہ سے ابو جعفر باقر سے روایت کی ہیں کہ قران مجید ایک ہے ایک ہی کی طرف سے نازل ہوا اور اس میں اختلاف رواۃ کی طرف سے آتا ہے۔[42]

دوسرا: قراءات عشرہ متواترہ کا انکار کرنا:[43]

اس قول کی بنیاد سابقہ قول پر ہی ہے کیونکہ قراءات کو سبعہ احرف کے بغیر ثابت نہیں کیا جا سکتا اور قراءات بھی سبعہ احرف کی فرع ہیں۔

---

39 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: 591/1
40 الزمخشري، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل: 179/2
41 ابو عبيده،فضائل القرأن،ص203
42 الكليني،ابو جعفر محمد بن يعقوب،الكافي،(مركز بحوث دارالحديث،1378ه)630/2
43 البلاغي،محمد جواد نجفي،مقدمه تفسير ألاءالرحمن،(بيروت:دار احياء التراث العربي)30/1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تیسرا: قراءات کے اختلاف کو قراء کی طرف منسوب کرنا:[44]

اس قول کی بنیاد بھی سابقہ قول پر ہی ہے کیونکہ قراءات کا انکار کرنے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ان قراءات کو قراء کی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ قراءات کا انکار کرنے کے بعد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کا تو کوئی تعلق نہیں بنتا۔

چوتھا: قراءات کو متواتر قرار دینے کی بجائے آحاد کہنا:[45]

اپنی دانست میں اس سے ان کے ہاں قراءات کی عدم صحت کا قول قوی ہو جاتا ہے کیونکہ اپنے گمان کے مطابق وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کے ثبوت کے لیے تواتر کی شرط لگاتے ہیں۔

پانچواں: قراءت کے آئمہ پر طعن کرنا:

یہ بات آپ کو ان کی کتابوں میں اکثر نظر آئے گی اور یہ ان کے بارے میں کوئی عجیب بات نہیں ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ان صحابہ کرام پر طعن کیا جو قراء میں سے پہلا طبقہ ہے تو جو لوگ صحابہ سے مرتبے میں کمتر ہیں ان پر طعن کی توقع تو ان سے بآسانی کی جا سکتی ہے واللہ المستعان۔

بلاغی امامی کہتا ہے:[46] قراء میں سے سبھی ایک جیسے ہی ہیں ان کی نہ عدالت ثابت ہے نہ ان کا ثقاہت۔ یہ آحاد روایات روایت کرتے ہیں جن میں سے اکثر کی حالت خود ان کی اپنی حالت جیسی ہوتی ہے اور یہ اپنے جیسوں سے ہی روایت کرتے ہیں اور اکثر طور پر ان کی روایات میں اختلاف ہوتا ہے اور ان قراءات کی اسانید اہل سنت کی اصطلاح کے مطابق بھی صحت کے درجے کو نہیں پہنچتیں چہ جائیکہ وہ امامیہ کے ہاں صحیح ہوں اور جو بندہ ان گھروں کے اندر جھانک کر دیکھتا ہے اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

چھٹا: یہاں مناسب ہے کہ میں اس موضوع کے بارے میں محققین میں سے ایک محقق کا کلام نقل کروں جو اس نے درج ذیل نکات میں بیان کیا ہے:

1. شیعہ کسی معین امام کی قراءت کا التزام کیے بغیر ہر وارد ہونے والی قراءت کو پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ شاذ یا موضوع ہی کیوں نہ ہو اور ان کی قراءات اکثر طور پر مصحف کے خط کے بھی مخالف ہوتی ہیں۔
2. جمہور شیعہ قراءات سبعہ پر طعن کرتے ہیں اور انہیں غیر متواتر اور غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔
3. جمہور شیعہ سبعہ احرف والی احادیث پر بھی طعن کرتے ہیں اور ان احادیث اور قراءات میں خلط ملط کر دیتے ہیں حتی کہ وہ لوگ بھی جو ان احادیث کو ثابت سمجھتے ہیں اور ان کا اہتمام کرتے ہیں۔۔
4. اپنے خاص طرق سے وہ جس قراءت کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی نقل پر ان کا اجماع ہے۔۔[47]

قراءات کے بارے میں روافض کے مذہب کے بارے میں چند ملاحظات:

---

44 البلاغي،مقدمة تفسير ألاءالرحمن،30/1
45 البلاغي،مقدمة تفسير ألاءالرحمن،31/1
46 البلاغي،مقدمة تفسير ألاءالرحمن،31/1
47 العسال، ابراهيم ، الشيعة الاثنى عشرية فى تفسير القرآن، (1430ه، الطبعة الاولىٰ)، 162

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

پہلا: اس مسئلہ میں ان کے کلام میں بہت زیادہ اضطراب پایا جاتا ہے ان کی کتابوں کو پہلی بار پڑھنے سے ہی آپ کو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا بلکہ ان کی کوئی ایک کتاب بھی پڑھ لیں تو اس ایک کتاب میں ہی آپ کو اضطراب واضح طور پر نظر آجائے گا اور ان کے مذہب کی اصول و فروع میں یہی حالت ہے ان کے مذہب میں پائے جانے والے تضاد اور تناقض کی وجوہات درج ذیل ہیں ۔

1. وہ قراءات عشرہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رسم عثمانی کے مخالف ہے حالانکہ قراءات عشرہ میں رسم عثمانی کی مخالفت صرف چند مقامات پر پائی جاتی ہے جیسے زائد یاء کو ثابت رکھنا یا حذف کر دینا اور ان کی اپنی قراءات جسے وہ اہل بیت کی قراءات تصور کرتے ہیں وہ رسم عثمانی سے اتنا زیادہ تضاد رکھتی ہے کہ جس سے چشم پوشی ممکن نہیں ہے۔
2. وہ سبعہ احرف اور قراءات سبعہ میں فرق نہیں کرتے۔
3. وہ صحیح مقبول اور شاذ قراءات میں فرق نہیں کرتے اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کی کوشش کرتے ہیں۔
4. وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ویسے پڑھیں جیسے جمہور یعنی اکثر لوگ پڑھتے ہیں پھر وہ عام مسلمانوں کی قراءات پر طعن کرتے ہیں اور اس طرح وہ اپنے معصوم ائمہ کی بھی نافرمانی کرتے ہیں جنہوں نے انہیں لوگوں والی قراءت کے مطابق پڑھنے کا حکم دیا۔
5. وہ سبعہ احرف والی احادیث کو اپنے طرق سے اپنی کتابوں میں روایت تو کرتے ہیں لیکن اسے اپنے مذہب کے مطابق معنی پر محمول کرتے ہیں جیسے ان کا قول ہے کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ سات وجوہ پر فتوی دے یا سات بطون کے مطابق فتوی دے اور اس سے ان کا اشارہ تقیہ کی طرف ہوتا ہے۔ [48]

دوسرا: سبعہ احرف کے بارے میں ان کا موقف ان کے قرآن مجید میں تحریف والے موقف سے متفرع ہے۔

تیسرا: رافضہ سب ایک جیسے نہیں ہیں ان میں کچھ غالی بھی ہیں اور کچھ لوگوں میں اعتدال بھی پایا جاتا ہے طوسی اور طبرسی ان کے معتدل لوگوں میں سے ہیں انہوں نے نہ تو سبعہ احرف کا انکار کیا ہے اور نہ ہی قراءات متواترہ کا یہ بات ان کی تفسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے واضح طور پر نظر آتی ہے۔ [49]

چوتھا: شیعہ اپنی قراءات کو متصل سند کے ساتھ اہل بیت کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ شیعہ اکثر یہ ذکر کرتے ہیں کہ ان کی قراءت ہی اہل بیت کی قراءات ہے وہ اپنی کتابوں میں اپنے طرق سے اس کی سند بیان کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں یہاں کچھ اہم باتیں ایسی ہیں جن کی طرف میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں:

1. قرات عشرہ متواترہ کی طرح شیعہ کے پاس کوئی خاص قراءات نہیں ہیں بلکہ شیعہ نے خود سے قراءات کا کوئی اہتمام ہی نہیں کیا تھا انہوں نے قراءات کا اہتمام صرف باقی امت کے مقابلے میں کرنا شروع کیا اور وہ بھی تب جب ان پر یہ اعتراض ہونے لگا کہ انہیں قراءات کا کوئی علم ہی نہیں ہے۔
2. قراءات عشرہ متواترہ ویسے بھی اہل بیت تک متصل پہنچتی ہیں جیسے دیگر صحابہ تک متصل ہیں حفص عن عاصم کی روایت حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تک جاتی ہے جیسے امام عاصم نے امام حفص سے کہا تھا میں تمہیں وہی پڑھا رہا ہوں جو میں نے ابو عبدالرحمن سلمیؒ کے

48 الكاشاني،الفيض،تفسير الصافي،(ايران:مكتبة الصدر، 2003ء،طبعة ثانية)، 1/38-39
49 الطوسي،ابو جعفر محمد بن الحسن،التبيان في تفسير القرآن(بيروت:مؤسسة الاعلمي، 1415ه،الطبعة الثانية) 1/138

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

سامنے پڑھا تھا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پڑھا تھا اور میں نے امام شعبہ کو وہ پڑھایا جو میں نے زر بن حبیشؒ کے سامنے پڑھا تھا انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے بھی ابو عبدالرحمن سلمی کے پاس پڑھا اور حمزہ بن حبیب زیادؒ نے امام جعفر الصادقؒ کے پاس پڑھا انہوں نے اپنے والد محمد باقرؒ کے پاس انہوں نے اپنے والد علی زین العابدینؒ کے پاس اور انہوں نے اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور انہوں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پڑھا تھا اور ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ اور درباسؒ کے پاس پڑھا ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور انہوں نے نبی کریمؐ سے اگرچہ رافضیہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اہل بیت میں سے نہیں ہیں کیونکہ وہ اہل بیت کو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد تک محصور سمجھتے ہیں ۔[50]

3. اور ایسے ہی امام ابو عمروؒ اور امام کسائیؒ کی قراءات بھی ان کے ہاں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ تک معتبر اسانید کے ساتھ مسند ہے۔
4. بہت سی متداول متواتر قراءات کی اسانید میں اہل بیت کے کچھ افراد ہوتے ہیں شروع والے حصے میں یا درمیان میں یا متاخرین میں۔
5. اگرچہ بہت سے شیعہ امام عاصم اور امام حفص پر طعن کرتے ہیں حتی کہ ان کے کچھ معاصرین بھی لیکن شیعہ میں سے کچھ لوگ ان کا تزکیہ بھی کرتے ہیں اور صرف ان کی قراءات کو ثابت سمجھتے ہیں بلکہ وہ ان دونوں کو طبقات شیعہ میں شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قران مجید صرف شیعہ کے طریق سے ہی محفوظ ہے اور اس کی وجہ صرف وہی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام حفص کی قراءات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہیں۔

چھٹا نکتہ: ائمہ قراءات کا تزکیہ اور ان کی عدالت وحفظ کا بیان

میں نے یہ نکتہ صرف اس لیے ذکر کیا کہ کچھ لوگ ائمہ قراءات پر طعن کرتے ہیں اس میں سے کچھ باتیں پچھلے نکتہ میں گزر چکی ہیں تو ہمارا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ ہم وہ باتیں بیان کریں جو اس طعن کے مخالف ہیں اور ان ائمہ کی عدالت اور ان کے حفظ کو ثابت کرنا قرآن مجید کی حفاظت کے لیے بھی ضروری ہے کیونکہ ان پر طعن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کہ محفوظ ہونے کا دعوی ختم ہو کر رہ جائے گا۔

اس موضوع کے حوالے سے چند ملحوظات ہیں جنہیں میں بالاختصار ذکر کرتا ہوں:[51]

1. یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ قرآن مجید صرف رواط کی طرف سے ہی منقول نہیں ہے بلکہ یہ عمومی طور پر امت سے بھی منقول ہے چند رواط سے اسانید کے موجود ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن مجید کو کسی اور نے روایت نہیں کیا جس طرح قران مجید ایک پورے طبقہ نے روایت کیا ہے اس چیز کو اسانید کو دیکھے بغیر بعض لوگ تواتر طبقہ کا نام دیتے ہیں۔
2. اس لیے بفرض محال اگر ہم ان اسانید کے کمزور ہونے کو بھی تسلیم کر لیں تو بھی یہ قران مجید پر جرح نہیں بنتی کیونکہ قرآن مجید ان کے علاوہ اور بہت طرق سے روایت ہوا ہے اور یہ اس حفاظت کا لازمی نتیجہ ہے جس کا اللہ تعالی نے ذمہ لے رکھا ہے۔

[50] احمد الكومي،محمد أحمد القاسم،فصل الخطاب في سلامة القرآن(القاهرة:مطبة المدني،1972،الطبعة الاولي)،ص110

[51] كاشميري،انور شاه،العرف الشذي شرح سنن الترمذي،(القاهرة:مؤسسة ضحي للنشر والتوزيع،2015،الطبعة الاولي)50/2

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 1 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

3. قراء کی توثیق کے لیے حدیث میں ان کی روایت کا مقبول ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ حدیث کی روایت قرآن کی روایت کے علاوہ ایک الگ چیز ہے اور ہر فن کے لیے اس کے اہل فن لوگ ہوتے ہیں تو مثلاً حدیث میں ضعیف ہونا حفص کے لیے طعن نہیں ہے تو کچھ طعن کرنے والے قرآن مجید پر اس طرح کے جو اعتراضات کرتے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں جیسے کچھ کتب رجال میں حفص کے ترجمہ میں اس طرح کی باتیں موجود ہیں جیسے "تقریب" میں ہے حفص بن سلیمان اسدی، ابو عمر البزاز کوفی غاضری یہ حفص بن ابو داؤد قاری ہیں عاصم کے شاگرد انہیں حفیص بھی کہا جاتا ہے قرات میں امام ہونے کے باوجود درج ذیل اسباب کی بنا پر متروک الحدیث ہیں۔[52]

اول: ان پر طعن عدالت کی وجہ سے نہیں بلکہ ضبط کی وجہ سے ہے۔

دوم: یہ قراءات میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ ثقہ ہیں اور حدیث کے ضبط کے معیار قراءات کے ضبط کے معیاروں سے مختلف ہیں اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ کچھ ائمہ حدیث سے قراءت نہیں لی جاتی مثلاً اعمش۔ یہ بات صرف قران اور حدیث میں ہی نہیں ہے بلکہ یہ تمام علوم میں ایسے ہی ہوتا ہے کسی ایک علم یا ایک فن میں کسی کے امام ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہوتی کہ وہ باقی تمام علوم و فنون میں بھی امام ہو اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

سوم: یہ بات توان کے لیے تعریف ہے کیونکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کو اتنا وقت دیا کہ کسی اور چیز میں اپنا وقت صرف نہیں کیا حتی کہ وہ حدیث میں بھی مشغول نہیں ہوئے۔

چہارم: رجال کی انہی کتب میں ان کے تراجم موجود ہیں جو قرآن مجید کے بارے میں ان کے ضابط اور حفظ پر دلالت کرتے ہیں اور یہ طبقات القراء کی کتابوں کی بات نہیں بلکہ دیگر کتابوں کی بات ہے۔[53]

خلاصہ بحث

درج بالا بحث میں قراءات قرآنیہ کے متعلق مختلف فرقوں کے نظریات کو نکات کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے، جس کا پہلا نکتہ اسلامی فرقوں یا اسلام سے وابسطہ افراد کے مطابق قرآن کی تعریف کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے نکتہ میں عقیدے کے اثبات کے لیے استدلال اور تیسرے نکتہ میں قراءات کے عقیدہ سے تعلق میں سبعہ احرف کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ چوتھے نکتہ میں قراءات کے عقیدہ سے متعلق معتزلہ کے مؤقف کی وضاحت کی گئی ہے اور پانچویں نکتہ میں قراءات کے عقیدے سے تعلق میں رافضیوں کے مؤقف کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح ساتویں اور آخری نکتہ میں قراءات کے ائمہ کی پاکیزگی اور ان کے عدل وضبط کی وضاحت کی گئی ہے۔

کتابیات

1. ابن تيمية، مجموع الفتاویٰ، (السعودية: مجمع الملك فهد، 1995م، الطبعة الأولى)
2. ابن تيمية،منهاج السنة،تحقيق:دكتور محمد ارشادسالم،(الرياض:مؤسسة قرطبة للنشر والتوزيع،1402ه،طبع اول)
3. ابن جني،الخصائص،(المصر:دار الكتب المصريه1408،الطبعة الاولي)
4. أبو حاتم، محمد بن حبان بن أحمد، صحيح ابن حبان، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1993م، الطبعة الثانية)
5. أبو داود، سليمان بن الأشعث بن إسحاق، سنن ابی داؤد، (بيروت: المكتبة العصرية، صيدا، الطبعة الاولیٰ) كِتَاب الصَّلَاةِ، بَابُ أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ
6. ابو زيد حامد نصر،مفهوم النص:دراسات في علوم القرآن،(قاهرة،الهيئة المصريه العامة للكتاب،1990ء)

[52] العسقلاني،ابن حجر،احمد بن علي،تقريب التهذيب،(لبنان:دار الكتاب العربي،1407،الطبعة الاولي)،86/11

[53] الذهبي،شمس الدين،سير اعلام النبلاء،(لبنان: مؤسسة الرسالة،1412ه،الطبعة الثامنة)،543/11

7. ابو شهبه،المدخل لدراسة القرأن،(الكويت:غراس للنشر والتوزيع،1424ه)
8. ابو عبيده،فضائل القرأن،(بيروت:وزارةالاوقاف والشؤن الاسلامية،2009م)
9. احمد الكومي،محمد أحمد القاسم،فصل الخطاب في سلامة القرآن(القاهرة:مطبة المدني،1972،الطبعة الاولي)
10. البلاغي،محمد جواد نجفي،مقدمه تفسير ألاءالرحمن،(بيروت:دار احياء التراث العربي)
11. البلاغي،مقدمة تفسير ألاءالرحمن،(عراق:دارالكتب الاسلاميه،1933)
12. الجزائرى، التبيان لبعض المباحث المتعلقة بالقرآن على طريق الإتقان،(بيروت:مؤسسة الرسالة،2001م،الطبعةالتاسعة
13. الذهبي،شمس الدين،سير اعلام النبلاء،(لبنان: مؤسسة الرسالة،1412ه،الطبعة الثامنة)
14. الرازي، أبو عبد الله محمد بن عمر فخر الدين، مفاتيح الغيب، (بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1420 هـ، الطبعة الثالثة)،
15. الزركشي، البحر الحيط فى اصول الفقه،(بيروت:دارالكتبى،1994م،الطبعةالاولى
16. الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمرو، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل، (بيروت: دار الكتاب العربي، 1407ه، الطبعة الثالثة)
17. الشوكاني،محمد بن علي،تفسير فتح القدير،(دمشق:دار ابن كثير،1420ه،الطبعة الثانية)،
18. صبري الاشوح،اعجازات القرأنية:دراسة في تاريخ القراءات واتجاهات القراء،(القاهرة:مكتبة وهبه،1319ه،الطبعة الاولي)
19. الطوسي،ابو جعقر محمد بن الحسن،التبيان في تفسير القرأن(بيروت:مؤسسة الاعلمي،1415ه،الطبعة الثانية)
20. عبد الصبور شاهين،تاريخ القرأن الكريم،(المصر:مكتبة وهبه،2007ء،الطبعة الثالثة)
21. العسال، ابراهيم ، الشيعة الاثنى عشرية فى تفسير القرآن، (1430ھ، الطبعة الاولیٰ)
22. العسقلاني،ابن حجر،احمد بن علي،تقريب التهذيب،(لبنان:دار الكتاب العربي،1407،الطبغة الاولي)
23. الفارسی، ابو علی ، الحجة للقراء السبعة،(بیروت: دارالكتب العلمية، 1421ھ، الطبعة الاولیٰ)
24. القرطبي، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي،(دارالكتاب العربي،2014،الطبعة الثانية)
25. الكاشاني،الفيض،تفسير الصافي،(ايران:مكتبة الصدر،2003ء،طبعة ثانية)
26. كاشميري،انور شاه،العرف الشذي شرح سنن الترمذي،(القاهرة:مؤسسة ضحي للنشر والتوزيع،2015،الطبعة الاولي)
27. الكليني،ابو جعفر محمد بن يعقوب،الكافي،(مركز بحوث دارالحديث،1378ه)
28. محمد بازمول،القراءات واثرها في التفسير والاحكام،(بيروت،عالم الكتب،1413ه ،الطبعة الثانية)